رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۰۳۷

منشی مشکور علی علوی صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب وطن از ملک سلیمان خوشتر ۔ خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد ۔ می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

کاکوری اخبار

پانزدہ روزہ

سالانہ چندہ	۲
قیمت پرچہ	۲/

جلد ۹ | کاکوری، پنجشنبہ یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء مطابق ۱۹ رمضان ۱۳۶۱ھ | نمبر ۱۱

ادبیات

غزل جناب مولوی سید ظہور الدین احمد مرحوم

رخ پہ بکھری ہوئی جو زلف وہ تار رکھتے ہیں ۔ تجھ پہ الزام وہ لئے باد صبا رکھتے ہیں
ہم کو تکتے ہیں کہ وہ میرے لئے کیا رکھتے ہیں ۔ غمزہ آفت کا قیامت کی ادا رکھتے ہیں
تیز ہم پر سر شمشیر جفا رکھتے ہیں ۔ دور رہ کر وہ لئے ہم سے وہ گلا رکھتے ہیں
لگے کوچہ ہی میں ہر پھر کے رہے خاک رہی ۔ تجھ سے امید یہ لئے باد صبا رکھتے ہیں
مختصر یک تصور پہ رہا کام اپنا ۔ ہم نہ قاصد نہ کبوتر نہ صبا رکھتے ہیں
کیا شرارت ہو کہ محفل میں جلانے کے لئے ۔ دل جدا رکھتے ہیں وہ شمع جدا رکھتے ہیں
پھر بھی ہو وصل کا وعدہ کہ دیدار کا ہو ۔ وہ ہر اک بات قیامت پہ اٹھا رکھتے ہیں

لاکھ وعدہ بھی پر فائدہ کیا اس سے ظہور
آپ معشوقوں سے امید وفا رکھتے ہیں

کسی کی تعریف بھی نہ کرو۔ جو سامنے آجائے اُسے جھک کر اخلاق و مروت کے ساتھ سلام کرو۔ لیکن نظر پھرتے ہی دعا مانگو کہ وہ پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا جائے۔

(بن جانسن) ماخوذ

عورت کی محبت

"مسافر! کیا مقدس سرزمین سے آتے ہوئے تجھیں میری محبوبۂ دلنواز بھی ملی تھی۔؟"

"میں تمہاری محبوبہ کو کیونکر پہچان سکتا تھا۔؟ وہاں تو لاکھوں حسین سے حسین دوشیزائیں۔ محو خرام تھیں"۔

"میری محبوبہ دلنواز بیحد حسین ہے مسافر! وہ ملکوتی حسن کا بے مثل مجسمہ ہے"۔

"ہاں! ایک ایسی دوشیزہ بھی ملی تھی، جس کا چہرہ بالکل پریوں ایسا تھا جو حسن و شباب کی ملکہ تھی جس کا حسن حوران بہشتی کو شرماتا تھا"۔

"وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ مسافر! ایک وقت تھا کہ وہ ہر ساعت سائے کی طرح میرے پاس رہتی تھی۔ مجھے ہر چیز سے محبوب تر خیال کرتی تھی۔ میں نے دل کی گہرائیوں سے اُس سے محبت کی۔ تمام جوانی اُس پر نچھاور کر دی۔ لیکن آہ عورت کی محبت اندھی اور بہری ہوتی ہے۔ اُسے زائل کرنے کے لئے معمولی سے بات کافی ہوتی ہے"!

(انگریزی سے اخذ) ماخوذ

طنز ملیح

نہ کسی سے محبت کرو اور نہ کسی شخص کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ منہ پر برائی کرنے سے ہمیشہ گریز کرو۔ لیکن پیٹھ پیچھے ہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۹ | یکم اکتوبر ۴۲ء | نمبر ۱۱

رمضان میں روزے کیوں فرض ہوئے

(مذکور القصدر سرخی سے ہمعصر "بیان" نے ایک مضمون درج کیا ہے جسکو آج کی اشاعت میں ہم نقل کرتے ہیں۔ اس مختصر مضمون میں رمضان کے فلسفہ کو قرآن حکیم ہی سے ثابت کیا گیا ہے اور بہت اچھے پیرایہ میں اُمید ہے کہ ہمارے ناظرین دنا ظرات مضمون کو پوری دلچسپی سے مطالعہ کرکے اپنی معلومات میں اضافہ کرینگے۔ (اڈیٹر)

سورۂ بقر کی پہلی آیت جو سارے قرآن کی جڑ ہے، ورجس کے ایک لفظ میں نزول قرآن کا مقصد بیان کیا گیا ہے:۔ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (قرآن اللہ کی یقینی ہدایت ہے۔ جو متقین کو راستہ دکھاتا ہے) یہ آیت سارے قرآن کی جان ہے "ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ" کے الفاظ میں یہ حقیقت ظاہر کی گئی ہے کہ قرآن جن لوگوں کو نجات اور کامیابی کی منزل تک پہونچائے گا وہ متقین کی جماعت ہے۔

تقویٰ کیا ہے؟ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقویٰ سے وہ خاص قابلیت مراد ہے جسکی بدولت انسان قرآن سے فائدہ اُٹھا تاہے۔ آسان الفاظ میں یوں سمجھئے کہ تقویٰ سے مراد "دل کی بینائی ہے" جس طرح کوئی انسان ظاہری آنکھ کی بینائی کے بغیر سورج سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اسی طرح کوئی شخص دل کی بینائی یعنی تقویٰ کے بغیر قرآن کریم کی روشنی سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔

تقویٰ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ جب یہ بات طے ہو چکی کہ قرآن سے فائدہ اٹھانے کے لئے تقویٰ ضروری ہے تو سخا یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ تقویٰ حاصل کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ قرآن کریم کا جواب یہ ہے:۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (اے اہل ایمان تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح پہلی اُمتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔)

اس آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں تقویٰ پیدا کرنیکے لئے جو پروگرام اختیار فرمایا وہ یہ ہے کہ لوگ روزے رکھیں۔

تقویٰ حاصل ہونے کا زمانہ:۔ سورۂ بقر کی ایکسو کاسویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن رمضان میں نازل ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ نزول قرآن کے بعد سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ لوگ اسکی ہدایت سے فائدہ اُٹھائیں اور فائدہ اُٹھانے کے لئے تقویٰ کی ضرورت تھی۔ اور تقویٰ روزوں سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے حکم دیا گیا فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ جو کوئی نزول قرآن کے مہینہ کو پاجائے وہ روزے رکھے تاکہ اسمیں قرآن سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت پیدا ہو۔ یہ ہے وہ حکمت جس کی بنا پر رمضان کو روزہ داری کے لئے مخصوص کیا گیا۔

سورۂ بقر کی ۱۰۹ ویں آیت (جو اوپر درج ہو چکی ہے) اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ روزہ داری کسی خاص مذہب یا قوم یا ملک کا پروگرام نہیں ہے بلکہ یہ ایک انسانی پروگرام ہے جس میں اُمت محمدیہ اور تمام پہلی اُمتیں یکساں طور پر شریک ہیں۔

قرآن کی عالمگیری:۔ اسی سورۂ بقر کی ۱۸۱ ویں آیت میں بتلایا گیا ہے کہ قرآن جو:۔

(۱) ھُدًی لِّلنَّاسِ ہے۔ یعنی سب لوگوں کے لئے ہدایت۔

(۲) بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی ہے۔ یعنی ہدایت کی روشنی (۳) وَالْفُرْقَانِ ہے یعنی حق و باطل میں فرق کر دینے والا۔

۱۰۹ ویں آیت میں کہا گیا تھا کہ روزے تمام نبیوں اور اُمتوں کا مشترکہ پروگرام ہیں اور اب ۱۸۱ ویں آیت میں قرآن کے متعلق بھی یہی کہا گیا ہے کہ وہ سب انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ روشنی ہے۔ اور حق و باطل کے پرکھنے کا میعار ہے۔ روزہ اور قرآن کی اس عالمگیری کے اظہار و اعلان کا صاف مقصد یہ ہے کہ جب مسلمان رمضان

کے مہینہ میں جو نزولِ قرآن کا مہینہ ہے۔ قرآن کی سالگرہ منائیں تو وہ قرآن کی ان تینوں حیثیتوں کو اپنے سامنے رکھ لیں۔

رمضان کا عالمگیر پروگرام:۔ سورۂ بقر کی ۱۸۳ویں سے ۱۸۷ویں تک کی آیات ملاحظہ فرمائیں انہیں رمضان کا پورا پروگرام بیان کیا گیا ہے۔ یہ پروگرام ہے۔ تقویٰ۔ اشاعتِ قرآن۔ قیامِ صوم۔ تراویح۔ اعتکاف۔ ہمدردی۔

فانوسِ خیال

از کے۔ ایم۔ شبیر احمد علوی ناظر بی۔ اے (علیگ) کاکوروی

میں ہمیشہ سے عادی رہا ہوں کہ دنیا کو قنوطیت کے نقطۂ نگاہ سے دیکھوں۔ میں یہ نہ سمجھتا تھا کہ دنیا میں آخر میرا وجود کیوں عمل میں آیا ہے۔ میں روزانہ اخبارات میں پڑھتا تھا کہ فلاں تاجر دفتر میں بیٹھا ہوا قلب کی حرکت رُک جانے سے عدم آباد کو چل بسا۔ یا فلاں مدبر کسی شاہی سیاسی دعوت میں جامِ صحت تجویز کرتے ہوئے مرگیا۔ یا کوئی شادی کی پارٹی دریا سے گزر رہی تھی کہ دفعتاً کشتی طوفانی ہواؤں سے اُلٹ گئی اور ساری پارٹی غرقِ آب ہوگئی میں اس انجام کا قائل تھا کہ دنیا ہیچ ہے اور اُس کی حقیقت سُراب سے زائد نہیں۔ میں نے غرضکہ اپنے دورِ حیات کے ابتدائی منازل گزارنا شروع کیے ہی تھے کہ مجھکو ہمیشہ ناکامیوں سے سابقہ پڑا۔ ابھی تک دنیا میں مجھکو کوئی ایسی قوت عطا نہ ہوئی تھی جو میرے لیے سرمایۂ حیات ثابت ہوتی۔ گو میں نے یہ پڑھا تھا کہ محبت سے طبیعت کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ کہ یہ اپنی شیریں لطافتوں سے تمام کائنات روشن کردیتی ہے مگر اس کا اظہار جائز نہیں رکھ سکتی۔ لیکن جس جذبہ کا اظہار ایک تارکُ الدنیا عزلت نشین کے مراقبہ میں تلاطم اور ایک دنیادار کے فرائضِ معاشرتی میں انتشار کی صورت اختیار کرلینے پر مجبور ہو۔ وہ جہاں دوسروں کو ہلاک کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہیں خود اپنے آپ کو بھی نیست و نابود کردینے پر مجبور ہے۔ کیونکہ طوفان وہیں برپا ہوا کرتا ہے جہاں فرشتۂ محبت نیکی کے خلاف اشتعال دلاکر معصیت پر آمادہ کرتا ہے۔ ایسی حالت میں محبت سے استقامت مفقود ہوجاتی ہے اور ایسی محبت کا استحکام انسانی یا روحانی قوت سے یقیناً بالاتر ہے۔ جو حسنِ فطرت سے مزین اور شعبۂ حیات کی ممد معاون ہو۔ سرور کا ایک لمحہ حیاتِ غم کا اہم سرمایا ہے اخلاقی حسن صحیح اصول کی معیت میں افعال کی ہم آہنگی کا نام ہے۔ اور ابھی تک میں کسی ایسی بیدار کُن شئے کا قائل نہ تھا۔

میری عمر ابھی مشکل سے سترہ برس کی ہوگی۔ اور میں مشن اسکول کی نویں جماعت میں تعلیم پاتا تھا۔ میرا مقصدِ حیات کوئی فلسفیانہ نہ تھا۔ میں تو ابھی تک یہی سمجھتا تھا کہ مدرسہ چلا جانا اور وہاں سے صحیح و سالم مکان واپس آنا دنیا کا ایک بہت بڑا راز ہے۔ ابھی تک مجھکو اس شعر کے مطالب کا علم نہ تھا۔

وقتِ سحر کہ عارضِ او بے نقاب بود دربزمِ ما اوّل آنکہ رسید آفتاب بود

میں یہ نہ سمجھتا تھا کہ آفتاب کا کسی کے حریمِ ناز میں پہونچنا کیا حیثیات رکھتا ہے۔ لیکن خدا معلوم کیوں اس سے ضرور واقف تھا کہ افلاطون کا عظیم الشان فلسفہ ایک بڑی حد تک کیفِ عشق پر مبنی تھا۔ اور یہی ایک کیف تھا جس نے مجھکو قنوطیت کی جانب منعطف کردیا۔ کیونکہ خدا معلوم میرا یہ خیال کیوں ہوگیا تھا کہ محبت کی طرح محبت کی امید بھی غیر فانی ہے۔ لیکن یہ سمجھنے کی اہلیت ہنوز نہ تھی کہ فلسفۂ محبت کی غایت کیا ہے اور اس فلسفہ میں کیا حقیقت پنہاں ہے کہ عورت دنیا کو صرف کسی محبوب ذات کے واسطہ سے سمجھنا چاہتی ہے۔ غرضکہ میں انھیں ہذیان آفریں تخیلات میں مبتلا تھا ہاں اب ایک لطیف آرزو محسوس کرتا تھا کہ کاش کوئی ہستی ایسی نصیب ہوتی جس کے حضور میں میں بھی سربسجود ہوکر اپنی خودی کو مٹاتا۔ اور واقفیت کی بگڑی ہوئی صورت میں بھی جمالِ آگہی کا مطالعہ کرتا۔ گو مجھکو یہ علم تھا کہ طوفان کی یہ آخری منزل پختہ مغزوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور ہم میں سے کون ہے جو پختہ مغز ہے؟

میں جو راہ اپنی نظر میں قائم کرچکا تھا وہ غلط ثابت ہوئی۔ اب میں خاموش نہ تھا۔ میرے جذباتِ خفتہ بیدار کئے گئے تھے۔ لیکن اس کا ذمہ دار کون تھا۔ کس سے اس کی شکایت کی جائے۔ میں نے اُن کو دیکھا یہ واقعہ ہے۔ مگر احساس نہ ہوا۔ غضب تو یہ ہوا کہ لطیفیں نے مجکو دق کیا چھیڑا۔ میں رو دیا۔ اور اس رونے میں میں نے مسرت کی

قوس قزح دیکھی۔ آنکھ اُٹھی۔ بلقیس بھی رو رہی تھی۔ کیوں؟ یہ مسئلہ میرے لئے مشکل تھا کہ آخر بلقیس کیوں روئی؟۔

بلقیس تعلیم یافتہ تھی اس کی ارفع تعلیم اور بلند خیالات پاکیزہ تھے، جن کا غلط یا صحیح احساس آج مجھکو ہوا۔ دو شرمندہ نظروں نے ایک دوسرے کے لئے رازہائے پنہاں کا جائزہ لیا۔ بلقیس نے متعدد بار مجھ سے ملاقات کی اور وہ ہر بار میرے صبر کا امتحان لیتی۔ روحانی ارتعاش گہرا حجاب۔ اپنے ناچیز ہونے کی شرم۔ یہ تھے اولین خصوصیات میرے عشق کے۔

بلقیس اپنے مکان واپس گئی اس کو جانا چاہئے بھی تھا۔ یہ ملاقات خانگی حیثیت میں ہوئی تھی۔ لیکن غضب تو یہ ہوا کہ میرے ہوش وحواس کو اپنے ساتھ لیتی گئی۔ زندگی میں پہلا انقلاب۔ فرانس کے اندر زیادہ ہوا۔ کتابوں سے دل بہلانے کی ناکام کوششیں کیں مگر آپ یقین مانئے کہ "دل رفتہ" کا واپس آنا مشکل تھا۔ اور اب میری خاموش پرستش کا تنہا موضوع بلقیس تھی۔

میں دن میں متعدد بار راستہ کاٹ کر مدرسہ سے چھٹی لیکر سر کے درد کا بہانہ کرکے بلقیس کو دیکھنے جاتا۔ شکر ہے کہ ابھی تک میری آمد ورفت اخلاقی محاسبہ کی گرفت سے باہر تصور کیجاتی تھی۔

میں نے نکلس ڈان کی طرح دو برس میں اپنی ڈوڈرسا کو کم از کم ہزار بار دیکھا لیکن شاذ ونادر ایسا موقع نصیب ہوا کہ مجھکو ہمکلامی کی جرأت پڑی ہو۔ میں تو بلقیس کو دیکھا کرتا اور دل میں یہ خواہش ہوتی کہ کاش بلقیس مجھ سے بھی کوئی کام لیتی۔ اس طویل عرصہ میں جو گفتگو ہوئی انکی کل کائنات معدودے چند الفاظ ہیں۔ میں نے جسقدر تحائف بلقیس کو دئے ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے۔ لیکن بایں ہمہ میرے خواب ہستی کی تعبیر محض بلقیس ہی تھی۔

میں نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور اب ارادہ تھا کہ مدرستہ العلوم علیگڈھ جاکر آئندہ تعلیم جاری رکھوں لیکن اس خیال سے کہ بلقیس کی زیارت نہ ہوگی۔ یقین مانئے میرے حوصلے پست ہوگئے اور میں کچھ مضمحل سا رہتا۔ میری خود غرضی سب بلقیس کو دیکھتے ہی کافور ہوجاتی تھی۔ جب میں بلقیس کو دیکھتا اور اس کے قد موزوں کی دلفریبی پر نظر ڈالتا تو میرا جسم لرز اُٹھتا۔ میرا عقیدہ صحیح یا غلط یہ تھا کہ بلقیس نسوانی جذبات سے بالاتر تھی۔ اس آسمانی ملکہ کی طرح جو روشنی کے ہالہ میں بادلوں پر سوار محو پرواز رہتی ہے اور جس کے حسن کی تمتع کی خواہش بدترین گناہ ہو۔ غرضکہ بلقیس کی ضوفشاں حسین۔ خاموش اور پاک تصویر اتنے عرصہ تک میری حیات کی فضاؤں پر چھائی رہی۔ البتہ اس کیفیت دماغی نے مجھکو شاعر بنادیا۔ اور بے شمار نظمیں خواہ ان میں کچھ نہ ہوتا ہو میں نے بلقیس کی یاد میں کیٹس کی انڈیمیان کی طرح لکھ ڈالیں۔ ان دماغی عیاشیوں کا کوئی نتیجہ سوا اس کے مرتب نہ ہوا کہ میں شاعر بے ہمتا بن گیا اور ہاں۔ بلقیس کی محبت نے میرے لئے یونانی عصمت کی دیوی ڈائینا کا کام کیا۔ کیوں؟ ہر لحظہ ہر دقیقہ اور ہر ساعت میں بلقیس کو دیکھتا اور گھنٹوں بلقیس خیال میں میرے پاس ہوتی اور جو کچھ گفتگو ہوتی وہی میرے اشعار اور افسانے ہوتے۔

میرے والد نے مجھکو مجبور کیا کہ میں اپنا مستقبل خراب نہ کروں چنانچہ میں نے علیگڈھ جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن دل کا چور زبان پر کیسے آتا میں نے ایک ایسی تیز دوا کھالی جس سے مجھکو فورًا بخار آگیا اور میری ہذیانی کیفیات نے مجھکو صاحب فراش کردیا میں اس کو اپنی خوش قسمتی تصور کرتا ہوں کہ بلقیس بھی میری عیادت کے لئے آئی اور میری بہن عائشہ کے اصرار سے وہ ایک ہفتہ میرے مکان پر مقیم رہی۔ لیکن اس طویل عرصہ میں صرف ایک مرتبہ مجھ سے بلقیس نے کہا "میں نے سنا ہے آپ علیگڈھ تشریف لے جارہے ہیں مجھکو مسرت ہوئی آپ ضرور جائیے اور میری خاطر سے!" یہ کہکر وہ سناٹے میں آگئی۔ اس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا بلقیس نے اپنے رفتہ حواس مجتمع کئے اور کہا "آپ فورًا علیگڈھ جائیے۔ خدا آپ کے ارادوں میں کامیاب کرے۔ لیکن آپ وہاں جاکر شاید بلقیس کو بھول جائیں گے۔ تو اس کی شکایت نہیں ہے! دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ کسی کا خیال ہمیشہ قائم رہنا اچھا بھی نہیں ہوتا"۔

میں علیگڈھ گیا۔ بلقیس سے خط وکتابت بھی شروع ہوئی لیکن میں ہمیشہ ڈرا کرتا تھا کہ کہیں یہ "راز" کوئی نیا افسانہ نہ پیش کرے۔ پہلی تعطیل میں مکان گیا معلوم ہوا بلقیس کے والد جو ایک معزز سرکاری عہدہ پر فائز تھے ان کا تبادلہ لکھنؤ ہوگیا ہے۔ میں نے یہ سنا مگر معلوم

ہو رہا تھا گویا مجھے سانپ سونگھ گیا۔ قلب کی حرکت دفعتاً بند ہو جاتی تھی۔ جس مکان میں اس وقت تھا اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ تاریکی تمام فضا پر چھائی ہوئی تھی۔ آنکھیں گو کھلی تھیں لیکن روشنی سے بے نیاز تھیں۔ نہ معلوم میں اس گرداب تاریک میں کتنے عرصہ تک غرق رہا کہ رفتہ رفتہ ایک خفیف روشنی۔ ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی مانند مجھکو نظر آئی اور یہ بڑھنا شروع ہوئی اور تھوڑی دیر میں بجلی کی تیز روشنی کا احساس ہونے لگا اور مکان میں اپنے اعزہ اور رفیقوں کو دیکھا مگر اب حقیقتاً چشم بینا وا ہو چکی تھی۔ دنیا اور دنیا کی دلچسپیاں اب میری نگاہ میں کوئی حقیقت نہ رکھتی تھیں!

لیکن یہ مسئلہ اب بھی میری سمجھ میں نہ آیا کہ بلقیس کی عدم موجودگی سے میرے جذبات میں ہیجان کیوں پیدا ہو گیا۔ کیونکہ خیالی بلقیس میرے قبضۂ اقتدار سے باہر نہ تھی اور اس کے پرتو خیال کی دلاویزیاں میری جائز امانت!

اختتام تعطیل سے قبل ہی میں لکھنؤ گیا اور اپنے ایک دوست سفیر بجنوری کے دولتکدہ "لطیف منزل" پر مقیم ہوا۔ مجھکو کچھ وارفتہ اور کھویا ہوا دیکھ کر سفیر صاحب نے بہت دریافت کیا مگر میں نے کوئی معقول و شافی جواب نہ دیا اس وقت تک میں مکان ہی پر رہا جب تک دو نہ بج گئے۔ دو بجے سفیر صاحب نے کہا نیاز صاحب آپ کو علم ہے یہاں لفٹن پکچر پیلس میں آجکل "فریب خیال" کا نہایت دلکش تماشہ ہونیوالا ہے اگر آپ کا دل چاہے تو چلئے ذرا لطف رہے گا۔ اور اگر آپ نہ جانا چاہیں تو یہیں مکان پر رہئیے میں تو ایک دوست کے ساتھ جانے والا ہوں۔

میں نے بدخیالی میں کہدیا کہ کن کے ساتھ کیا کوئی اجنبی لطیف ہے؟

سفیر صاحب نے اپنی بڑی اور متحیر آنکھوں سے مجھکو دیکھا اور کہنے لگے ہاں واقعہ تو یہی ہے کیا آپ چلیں گے؟

میں نے کہا چلتا تو ضرور لیکن مجھکو جناب ...... صاحب کے یہاں جانا ہے ان سے وقت مقرر ہو گیا ہے۔

سفیر صاحب نے دریافت کیا کیا بلقیس خاتون بی۔ اے سے آپ ملنا چاہتے ہیں؟

مجھکو بہت حیرت ہوئی لیکن میں نے سنبھل کر کہا کہ بی۔ اے کب سے ہو گئیں؟

میرے اس اعتراض کو سفیر صاحب مذاق سمجھے اور میں بھی لطیف منزل سے کہکشاں چلا گیا۔

(باقی آئندہ)

پنچایت

بنیا

از ماد گربو

بنیا ایک قوم ہے جس کا ہندوستان میں وہی درجہ ہے جو جرمنی میں کبھی یہودیوں کا تھا۔ بنیا ایک ذہنیت بھی ہے جس کی توضیح کرتے ہوئے میں ڈرتا ہوں۔ بنئے کی شکل عام طور سے جاڑے کے موسم میں صحیح طور پر متعین کی جا سکتی ہے جب وہ روئی دار کنٹوپ سے لیکر روئی دار پاجامے تک سارا جسم روئی سے لپیٹے رہتا ہے۔ البتہ اگر اس شکل میں عقل کو ملا لیا جائے تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس کی ابتدائی شکل جونک سے ملتی جلتی ہے اور رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے طاعون بن جاتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کسی شہر یا قصبہ کے اس حصہ میں جہاں میونسپلٹی کان پکڑتی ہے اور شرفاء ناک پکڑ کر گذر جاتے ہیں ایک دبلی پتلی حقیر و تقصیر سی شخصیت نمک مرچ، دال چاول کے ٹوکروں کے سامنے بیٹھی رہتی ہے۔ اس کے چہرے کا پرسکون اطمینان اور ہر گاہک کے ورود پر اس اطمینان کا خندہ دنداں نما اس کی عظمت کا پتہ دیتا ہے۔ اس کا کیرکٹر دھلائی سے زیادہ قلعی کا مستحق اپنے ماحول کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ محلے کے رہنے والے بلا تخصیص مذہب و ملت اس کے رشتہ دار ہوتے ہیں جن کو ہر سودے کے بعد گڑ کی ڈلی کی رشوت زیر بار احسان کئے رہتی ہے۔ بنئے کی خطرناک صورت اس وقت ہو جاتی ہے۔ جب وہ احسان کے اسی سلسلہ کو بڑھا کر قرض دینے لگتا ہے اور یہ وبا رفتہ رفتہ اپنے اطراف و جوانب میں اثر کرتی ہوئی دور دور تک پھیل جاتی ہے اور اب وہ نون تیل بیچتے بیچتے مکان بکوانے لگتا ہے۔ اگرچہ بنیا جہاں تھا وہیں رہ جاتا ہے لیکن اس کی توند اس کی آمدنی کی نسبت سے بڑھتے بڑھتے اسے سیٹھ جمنالال بجاج تک

بنادیتی ہے۔ بنئے کی توند اس کی مکاری کا خاموش اعلان ہے لیکن وہ بنیا جو اپنی توند کو ہضم کر لینے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ وہ اس سانپ کی طرح خطرناک ہوجاتا ہے۔ جس کی دم جھڑ جاتی ہے۔ ایسا بنیا گائے ہی بیچتے بیچتے جواہر بیچنے لگتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہاضمہ بھی برقرار رکھتا ہے۔ چھوٹا بنیا معاشرت پر اور بڑا بنیا سیاست پر قبضہ کر لیتا ہے۔

سیاست اس کا آخری میدان ہے۔ ایسے ہیمو بقال کے لئے ہر وقت ایک بیرم خاں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی سیاست بنیا، کا طلسم "سیاست دربان"، ہی سے ٹوٹتا ہے لیکن فی زمانہ ہندوستان میں دربان کم اور بنیا زیادہ نظر آتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں غریبی کی وجہ سے دربان رکھنے کی صلاحیت کم ہوتی جاتی ہے۔ اور تھوڑے بہت لوگ جو ہندوستان کی دربانی کرتے ہیں وہ خود بنئے ہیں۔ بنئے اور عشاق ہی قوم ہے جو دربانوں سے روز ازل سے خائف ہے۔ لہذا اس کمزوری کو چھپانے کے لئے وہ اب خود دربانی پر اتر آئے ہیں۔ اس طرح وہ ع

خود ہی بیمار ہیں اور خود ہی مسیحا اپنے

اب چونکہ معاملہ بنیوں سے آن پڑا ہے لہذا اسی سلسلہ میں انکی بیماری کا بھی ذکر آجائے تو کوئی ہرج نہیں۔ تمام بنیوں کی بیماری ایک ہے وہ اسی کی وجہ سے جیتے ہیں اور اسی کی وجہ سے مرتے ہیں۔ اسی کا انہیں قبض ہوتا ہے اور اسی کی بدہضمی اسی کے پیچھے عمر بھر ہاتھ دھوکر پڑے رہتے ہیں اور اسی پر مرتے ہیں۔ یعنی پیسہ۔ ان کی سیاست بھی ایک قسم کی بیمہ کمپنی ہوتی ہے جہاں اخراجات سے زیادہ آمدنی پر نظر رہتی ہے۔ اگر خدانخواستہ ان کو اپنی سیاست میں سیاست دربان کا ذرا بھی خوف رہتا ہے تو وہ اہنسا کا وعظ دینے لگتے ہیں تاکہ دربانوں سے نجات اور لوگوں کے ٹھگنے کی گھات ملے۔ اسی وجہ سے مینو نکی ساکھ کیلئے انکی ملائم باتوں پر نہ جائیے بلکہ انکی گھاتوں کو نظر میں رکھئے۔ یہ نہ دیکھئے کہ بنیا کیا کہتا ہے بلکہ یہ دیکھئے کہ بنیا کیا کر گزرتا ہے۔

انگریزوں کیلئے نپولین نے کہا تھا کہ یہ بنیا قوم ہو جس کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ وہ اہنسا کے قائل ہیں بلکہ اسلئے کہ وہ گھات کے ماہر ہیں۔ چونکہ گھات اور داؤں پیچ میں نتیجہ ہمیشہ یکساں نہیں ہوتا اور کوئی نتیجہ بھی قطعی نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا یہ ایک قسم کا جوا ہے جس کے جیت اور پٹ ہونے پر نتیجہ کا انحصار ہوتا ہے۔ اسی الٹ پھیر کو انقلاب بھی کہتے ہیں۔ بنیا انقلاب سے گھبرا کر اقتدار پر ہی مطمئن ہوجاتا ہے لیکن بُرے نتیجوں سے بچنے کیلئے اہنسا کا ہتھیار مقدم رکھتا ہے جسے وہ استعمال نہیں کرتا بلکہ تبرکاً اسکا منتر جپا کرتا ہے۔ اہنسا کے بارے میں وہ کہتا ہے:۔

"اگر کسی ایک سیب کی مالکی کے بارے میں دو لڑکوں کے بیچ جھگڑا ہو تو اسکے لئے اہسانمک (اہسا کا) طریقہ تو یہ ہے کہ اچھی طرح جانتے ہوئے کہ یہ دوسرے دل (جماعت) کے ساتھ اسہیوگ (زیادتی) ہے۔ سیب اسکے پاس چھوڑ دی جائے" (ہریجن)

لیکن جب راج گوپال آچاریہ جی یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو پاکستان کی اجازت دے دیجائے تو بنیوں کا گروہ ناک بھوں سکوڑتا ہے۔ بہار کے ڈاکٹر صاحب کو غصہ آتا ہے۔ وہ اس غیر بنیا قسم کے خیالات پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ایک مدراسی صاحب مدراس اسمبلی کو کریس کے مشن کے شاندار انکار"، اور اسکی "ذلت آمیز پسپائی" سے عبرت دلاکر اسکی بناء پر کانگریس کی قوت سے دھمکاتے ہیں۔ بابو پرشوتم داس ٹنڈن اسے مایوس کن اور غیر مفید" خیال کرتے ہیں۔ ان لالہ جی کی دیدہ دلیری دیکھئے کہ وہ پاکستان کو "برٹش پالیسی" کے زیر اثر تلخ پروپاگنڈے کا نتیجہ بتلاتے ہیں۔ ذرا کوئی ان سے پوچھے کہ لالہ جی کیا تم سمجھتے ہو کہ اس طرح سے آنکھ بند دھول ڈالکر ہندوستانی سیاست کی بنوار زیادہ دن تک چلا سکتے ہو؟

اگر زمانے نے کروٹ بدلی تو تمہارا تو دیوالہ ہی نکلجائیگا۔ نہ تم یہاں دکھائی دوگے نہ تمہارے پیر مرشد جنکی سرکردگی میں تم اپنی دھوتی اور ٹوپی سنبھالے ہوئے ہو ہندوستان میں راجاجی اور روس کی کمی نہیں ہے۔ البتہ مسٹر کیرن شنکر رائے لیڈر بنگال پارلیمنٹری کا غصہ انکے دلی جذبات کا صحیح عکس ہے۔ انہیں مسٹر جناح کی چوکھٹ کالی مائی کا تھان معلوم ہوتا ہے جہاں بنگالی ہندو بھینٹ چڑھائے جائینگے۔ (سرگزشت)

(بقیہ صفحہ ۲ کالم ۲) (۴) سید منظر الدین احمد، ناظر فوجداری بلدہ حیدرآباد کی جگہ پر ترقی یاب ہوئے۔ (۵) منشی عبدالوالی علوی دکوٹھی تدم مددگاری تعلقات اسنگاریڈی تبدیل ہوئے۔ (۶) منشی مسعود احمد (احاطہ حر تعاصب) کے یہاں ولادت ہوئی ہے۔ زچہ و بچہ بخیریت ہیں۔ انکا چھوٹا لڑکا عرصہ سے بخار میں مبتلا تھا اب اچھا ہے۔ (۷) مولوی نعیم الدین علوی (احاطہ کرامت اللہ خاں) کو عرصہ سے بخار آرہا تھا۔

وطن کی خبریں

اعزۂ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کر کے مشکور کرتے رہیں۔ (اڈیٹر)

موسم:۔ گذشتہ عشرہ میں صرف دو بار پانی برسا اور دونوں مرتبہ بہت تیز موسلادھار بارش ہوئی۔ ایک ہفتہ سے آسمان تقریباً صاف رہتا ہے کسی کسی وقت کچھ ابر کے ٹکڑے فضا میں نظر آجاتے ہیں۔ دھوپ میں کافی گرمی ہوتی ہے۔ دن بھر عموماً خنک ہوا چلتی رہتی ہے۔ غروب آفتاب سے کچھ قبل قدرے ہوا بند ہونے سے حبس ہو جاتا ہے اور یہ کیفیت ۹-۱۰ بجے شب تک رہتی ہے اُس کے بعد برآمدہ میں ہلکی چادر اوڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

آب و ہوا:۔ بفضلہ کوئی شکایت سوائے نزلہ اور بخار وغیرہ کے سُنائی نہیں دی۔ وبائی اثرات اب بالکل نہیں ہیں۔ کچھ لوگوں کے ملیریا بخار میں مبتلا ہونے کا حال معلوم ہوا ہے۔

رمضان:۔ مبارک ایام کا دو تہائی حصہ گذر چکا۔ روزے اسوقت تک باطمینان گذرے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی سوائے اسکے کہ لوگوں کو شدید قبض ہونے کی شکایات سُنی گئیں۔ بقیہ روزے بھی باری تعالےٰ بخیریت گذارے۔ اکثر مساجد میں حفاظ نے کلام مجید ختم کر لئے بعض مسجدوں میں دوسرے عشرہ میں کلام پاک شروع ہوئے اور کہیں آخر عشرہ میں شروع ہونگے۔ ان مبارک ایام کے باعث قصبہ میں رات گئے تک خاصی چہل پہل رہتی ہے۔ جہانتک دریافت ہوا ہے اسوقت تک رمضان کے ایام مسرت و انبساط کے ساتھ لوگوں نے گذارے ہیں۔

تبادلہ:۔ افسوس کے ساتھ یہ خبر سُنی جائے گی کہ ہر دلعزیز پوسٹ ماسٹر قاضی ابرار احمد (جو اپنی والدہ کی علالت کی وجہ سے رخصت پر یہاں مقیم تھے) کا تبادلہ ملیح آباد کے ڈاکخانہ میں ہو گیا اور گذشتہ دوشنبہ کو وہاں پہونچکر چارج لے لیا ہے۔ اُسی دن قاضی ..... احمد نے ملیح آباد سے آکر موجودہ پوسٹ ماسٹر بابو شیو گوپال سے جائزہ لیکر کام شروع کر دیا ہے۔ بابو شیو گوپال یہاں سے سیتاپور بھیجے گئے ہیں۔

تعلیمی جلسہ:۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۳۲ء کو ٹیلی ٹلہ پرائمری اسکول کی عمارت میں بوقت ۲½ بجے سہ پہر ایک جلسہ ٹکنیکل تعلیم پر روشنی ڈالنے کے لئے زیر انتظام ہیڈ مدرس فائنیل اسکول، کاکوری انعقاد پذیر ہوا تھا جسمیں مقامی مدارس کے استادوں کے علاوہ قرب و جوار کے مدرسوں کے اساتذہ کافی تعداد میں موجود تھے۔ بعض معززین قصبہ کے علاوہ مدارس کے پورانے طلبہ کی کافی تعداد جلسہ میں شریک تھی۔ خانصاحب مسٹر ظفر حسین خان، پبلسٹی افسر یو۔ پی گورنمنٹ جلسہ کو خطاب کرنے والے تھے لیکن اپنے صاحبزادہ کی شدید علالت کیوجہ سے نہ آسکے اور سید محمد یامین صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس ضلع لکھنؤ نے فرائض صدارت انجام دئے اور اپنی تقریر میں جلسہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے۔ حاضرین کو صنعت و حرفت کی تعلیم میں دلچسپی لینے کی تلقین کی اور اس وقت اس شعبہ کی سرپرستی گورنمنٹ جس طریقہ پر کر رہی ہے اور جو آسانیاں و مراعات ٹکنیکل تعلیم کے لئے حاصل ہیں اُن کو بالتفصیل بیان کیا۔ ساتھ ہی صنعت و حرفت میں ہندوستانیوں کو دلچسپی لینے سے جو فوائد خود اپنی ذات کو بلکہ اپنے ملک و قوم کو ہونگے اُنکی صراحت کی۔ اور بیان کیا کہ اس وقت صنعتی ترقی کے لئے جو آسانیاں وظائف وغیرہ کی صورت میں دیگئی ہیں اُن سے فائدہ اُٹھانے کے لئے مدرسین زیادہ اہل ہو سکتے ہیں کہ دیہاتوں میں جاہل طبقہ کو اس تعلیم کے فوائد ذہن نشین کرا کے ٹکنیکل تعلیم حاصل کرنے پر آمادہ کریں اور خود بھی ایک روپیہ فی کس سفر خرچ وغیرہ حاصل کریں۔ آخر میں ڈپٹی صاحب نے حاضرین کے پورے طور پر یہ بھی ذہن نشین کیا

یاد دہانی:۔ عید کے ملاقات والے جلسہ کو نہ بھول لیجئے گا جب دستور بروز عید الفطر (دوشنبہ ۱۲ اکتوبر) ساڑھے تین بجے سہ پہر کو مولوی محلہ میں جناب قاضی القضاۃ بہادر کی بارہ دری کے مقام پر مثل سالہائے سابق احباب اور اعزہ کے ہمراہ تشریف لا کر جلسہ کو کامیاب و پر رونق بنائیے۔ سالگذشتہ طے ہوا تھا کہ بعد ظہر ملاقات کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ تاکہ وقت کافی ملے اور نماز عصر باجماعت مسجد بارہ دری میں ساڑھے چار بجے ہوگی شعرا حضرات مع اپنی بیاضوں کے تشریف لائیں۔

کہ اس تعلیم کا تعلق فوجی بھرتی سے نہیں ہے اور اس کی وضاحت کرکے پبلک کی غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش کی۔

بابو گوری شنکر سب ڈپٹی انسپکٹر مدارس حلقہ ملیح آباد نے مدرسین کو پورے طریقہ پر سمجھایا کہ اس وقت گورنمنٹ نے ٹکنیکل تعلیم کے شعبہ کو اسقدر وسعت دیکر ہندوستانیوں کے لئے ایک نادر موقع بہم پہنچایا ہے۔ جس سے ہمکو پورا فائدہ اٹھانا چاہئے اور مدرسین خصوصیت سے اس کو لوگوں میں ہر دلعزیز بنا سکتے ہیں اور کثیر تعداد میں لوگوں کو اس قسم کے تعلیمی اداروں میں داخل کرا سکتے ہیں۔ جس سے مدرسین کا نہ صرف مالی فائدہ ہوگا بلکہ انکی حسن کارگذاری بھی جانبگی پروانہ خوشنودی کے ساتھ دیگر مراعات کے بھی وہ مدرسین مستحق ہونگے

یہ جلسہ قصبہ میں اپنی نوعیت کا پہلا جلسہ تھا جو کامیاب رہا اور یہ سب مسٹر ڈی۔ ڈی کگرانیہ سب ڈپٹی انسپکٹر مدارس حلقہ کاکوری کی کوشش اور توجہ کا نتیجہ بتایا جاتا ہے۔ صدر و حاضرین کے شکریہ پر جلسہ ختم ہوا۔

علالتیں:۔ (۱) حکیم حافظ عبدالحکیم صاحب (احاطہ رحیم باسط) کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ ابھی میڈیکل کالج میں ہیں۔ زخم کی حالت اچھی ہے اور تکالیف میں بہت کمی ہے۔ ضعف کافی ہوگیا ہے۔ ایزد جل علٰے پوری طور پر صحیح و تندرست فرماکر بخیریت مکان واپس لائے۔

(۲) خانبہادر مولوی نظام الدین حیدر (قاضی گڑھی) کے پھوڑے کی حالت اچھی ہے زخم بڑی حد تک صاف ہوچکا ہے مواد خوب خارج ہوا اب زخم مائل بخشکی ہے ورم میں بھی بہت کمی ہے۔ اللہ جل شانہ جلد صحت کلی عطا فرمائے۔

(۳) منشی محمد نسیم علوی (محلہ باولی) کے متعلق لکھنؤ سے اطلاع آئی ہے کہ پہلے کے مقابلہ میں مرض میں کچھ فرق نہیں ہے اور ہومیو پیتھک طریقہ علاج سے نفع نہیں ہو رہا ہے۔ ضعف شدید ہے۔ خداوند کریم صحت کاملہ عطا فرمائے۔

(۴) منشی مشکور علی علوی (تیجہ ٹولہ) کو بخار شدید آنے کا حال معلوم ہوا تھا اب سنا گیا ہے کہ پیشاب میں سوزش کی تکلیف پیدا ہوگئی ہے خون بھی آنے لگا۔ بخار میں کمی ہے لیکن پیشاب میں سوزش کی شکایت ابھی ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد شکایات دفع فرماکر صحیح و تندرست فرمائے

متفرقات:۔ سنا گیا ہے کہ ٹرینوں کے اوقات میں تبدیلی کیوجہ سے ڈاکخانہ کے وقت اور تقسیم ڈاک میں بھی تغیر و تبدل ہوگا ڈاک اب سویرے کے بجائے شائد ۱۰ بجے تقسیم ہوگی اور ڈاکخانہ ۹ بجے سے ۵ تک کھلا رہے گا۔

حادثہ:۔ والدہ منشی محمد نسیم علوی (محلہ گڑھی) نے ۴ ستمبر کو بعد دوپہر چند روز کی علالت کے بعد انتقال کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ معلوم ہوا کہ مرحومہ کو چند دن بخار آیا دفعتہً حالت نازک ہوئی اور چند گھنٹوں میں خاتمہ ہوگیا ہمکو اس حادثہ میں مرحومہ کے واحد یادگار منشی محمد نسیم اور بھائیوں و دیگر اعزہ سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔

اورنگ آباد کی اطلاعات:۔ (۱) منشی احمد محسن علوی مدرس مدرسہ فوقانیہ پربھنی جو اس سال سب ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے امتحان میں شریک ہوئے ہیں اب گھوڑے کی سواری کے امتحان کے لئے ۱۸۔ ۱۹ ستمبر کو پربھنی سے آئے تھے۔

(۲) بیوہ حکیم ظہیر علی مرحوم کو تقریباً تین ہفتہ سے لرزہ کے ساتھ شدید بخار آرہا ہے۔ خدا کرے اس درمیان میں سکون ہوگیا ہو۔

(۳) منشی مختار علی علوی بھی ملیریا میں مبتلا ہوگئے تھے اب طبیعت رو بصحت ہے اُن کا چھوٹا لڑکا جو عرصہ سے سوکھے کی بیماری میں مبتلا تھا ۸ رمضان کو قضا کرگیا۔ اللہ تعالیٰ والدین کو صبر دے اور نعم البدل عطا فرمائے۔

(رپورٹر)

حیدرآباد کی اطلاعات:۔ (۱) منشی معین احمد علوی (تیجہ ٹولہ) کا تبادلہ ترقی ۵۰ تا ۱۰۵ کے گریڈ میں صدر ڈاکخانہ سے سکندرآباد ہماچیس اسٹریٹ کے ڈاکخانہ میں بحیثیت سب پوسٹماسٹر ہوا۔

(۲) سید محامد علی عباسی (ایچ۔ سی۔ ایس) (محلہ قلعہ) مددگاری صدر محاسبی سے محکمۂ فینانس کی مددگاری پر منتقل ہوئے۔

(۳) مولوی غازی الدین احمد علوی ایچ۔ سی۔ ایس (مولوی محلہ) معتمدی عدالت سے مددگار رجسٹراری ہائیکورٹ کی جگہ تبدیل ہوئے۔

نوٹ:۔ مذکورالصدر دونوں اشخاص بلحاظ عہدہ بہتر جگہوں پر گئے ہیں (بقیہ صفحہ ۲ کالم ۳)

سید توسل حسین نے یونائیٹڈ انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں چھاپا اور سید محمد مشیر الدین نے مولوی محلہ (اال امی) کاکوری سے شائع کیا۔